

جو ناہمیاں اچیاں لمیاں تھیں ان کے
سارے زرد ہو گئے اور نا آشنا ہواں کے زد
کہ ان پر ایک پتہ بھن باقی نہ رہا اور کراچی کا۔
پتے کئی پتگلوں کی طرح ذوق لئے گرتے... پر کہ
آرہے تھے.. اُس کے بدن پر اور سپورٹس
سفید اور آل پر اور خون جو جذب نہیں ہو
گرتے رہے اور اُسے... ذہک دیا ایسے کہ دو
دکھائی دیتا تھا جس کی شہنیاں نہیں تھیں صر
سفید شگوفہ نہ تھا... اور یہ ہم ہیں... عشقے دا اک

بیرک نمبر تین کے برآمدے میں اُدھ
دیکھ دیکھ کر تھکلتی تھیں۔
غار فین بھی تیز ہوا میں چرچراتے ہو۔
تھی جدھر دھول اُٹھتی تھی... اور اُس دھول

بیرک نمبر دو کے کواڑ اتنی آہستگی سے
ان کواڑوں کے اندر بیرک نمبر دو
نقش ار غون۔ ترکھان سما اور کلموڑہ خاندان
گھوڑے سیال ہوئے، حرکت میں آئے... وہ
والے کواڑوں سے باہر نکلے، اوپر گزرنے والے
اور بے پرواہ اب کواڑوں سے باہر نکلے اور نہ
برآمدے میں بیٹھی شوبھا کے عقب میں ایتاد
نقش سالخورده تھے اور ان کی ڈھالیں اور تملو
اُڑچہ ان کی کوئی آہٹ نہ تھی صرف موجودگی
ایک منتظر کیغیت میں تھے... ان کے ہمراہ وہ تر
بن کے جنگلوں کی طرح متحرک اور زندہ تھے
تھے اُنکی ایک قطار میں کھڑے اُدھر دیکھتے تھے

پتے دھنڈلاتی آنکھوں کے سامنے سارے کے
سے ٹھینیوں سے جُدا ہو کر گرنے لگے... یوں
بے رنگ آسمان پھر سے دکھائی دینے لگا اور وہ
رائکھ کے سیاہ پرندیں کی طرح بے اختیار نیچے
ماں سکل پر اور اُس کے کیری پر ابھی تک بندھے
رہا تھا اس پر وہ جھولتے ہوئے، ڈولتے ہوئے
وہ زمین پر گرا ہوا ایک شیشم کا درخت
رف ذہیر پتوں کا تھا... اُن میں کہیں بھی ایک
پلنگ نوازی دے اس کا چانیاں ویچ رہا۔

رجہاں سے دھول اُٹھتی تھی شوبھا کی آنکھیں

ایک کواڑ کے عقب میں سے اُدھر دیکھتی
کے اندر ایک سفید ایبو لنس چلی آتی تھی۔

کھلے کہ وہ دونوں اُدھر متوجہ نہ ہوئیں۔
کے اندر ڈھلتی زرد دھوپ ایسے پھروں پر جامد
کی قبروں کے تعویزوں پر کندہ سپاہی اور
اپنی پتھر قید میں سے نکلے اور آہستگی سے کھلنے
لے ایک جیٹ کی پڑ خراش آواز سے لا تعلق
قدموں کی چاپ تھی اور نہ سموں کی آوازوہ
ہو گئے، گھوڑے سیاہ تھے، سپاہیوں کے نین
اریں زنگ آلو د تھیں۔ شوبھا نے پلٹ کر
کا احساس تھا، اُس نے پلٹ کر دیکھاتو وہ بھی
کام بیل بونے جو ابھی پتھر تھے اور ابھی سندر
سپاہی، اُن کی ڈھالیں اور تلواریں اور مکلی
جدھر دھول اُٹھتی تھی۔